Daste Saba Faiz Ahmad Faiz Urdu

>[اردو شاعری]>

https://www.urduweb.org/mehfil/threads/%D8%AF%D8%B3%D8%AA%D9%90-%D8%B5%D8%A8%D8%A7-%D9%81%DB%8C%D8%B6-/%D8%A7%D8%AD%D9%85%D8%AF-%D9%81%DB%8C%D8%B6.2052

دست صبا

فیض احمد فیض

دستِ صبا(فیض احمد فیض)

دستِ صبا

متاعِ لوح و قلم چھن گئی تو کیا غم ہے
کہ خونِ دل میں ڈبو لی ہیں انگلیاں میں نے
زباں پہ مہر لگی ہے تو کیا کہ رکھ دی ہے
ہر ایک حلقہء زنجیر میں زباں میں نے

اے دلِ بیتاب ٹھہر!

تیرگی ہے کہ امنڈتی ہی چلی آتی ہے
شب کی رگ رگ سے لہو پھوٹ رہا ہو
جیسے
چل رہی ہے کچھ اس انداز سے نبضِ ہستی
دونوں عالم کا نشہ ٹوٹ رہا ہو جیسے

رات کا گرم لہو اور بھی بہ جانے دو
یہی تاریکی تو ہے غازہء رخسارِ سحر
صبح ہونے ہی کو ہے اے دلِ بیتاب ٹھہر

ابھی زنجیر چھنکتی ہے پسِ پردہء ساز
مطلق الحکم ہے شیرازہء اسباب ابھی
ساغرِ ناب میں آنسو بھی ڈھلک جاتے ہیں
لغزشِ پا میں ہے پابندئ آداب ابھی

اپنے دیوانوں کو دیوانہ تو بن لینے دو

اپنے میخانوں کو میخانہ تو بن لینے دو
جلد یہ سطوتِ اسباب بھی اُٹھ جائے گی
یہ گرانبارئ آداب بھی اُٹھ جائے گی

خواہ زنجیر چھنکتی ہی، چھنکتی ہی رہے

سیاسی لیڈر کے نام

سالہا سال یہ بے آسرا جکڑے ہوئے ہاتھ
رات کے سخت و سیہ سینے میں پیوست
رہے
جس طرح تنکا سمندر سے ہو سر گرمِ ستیز
جس طرح تیتری کہسار پہ یلغار کرے
اور اب رات کے سنگین و سیہ سینے میں
اتنے گھاو ہیں کہ جس سمت نظر جاتی ہے
جابجا نور نے اک جال سا بن رکھا ہے
دور سے صبح کی دھڑکن کی صدا آتی ہے
تیرا سرمایہ، تری آس یہی ہاتھ تو ہیں
اور کچھ بھی تو نہیں پاس، یہی ہاتھ تو ہیں
تجھ کو منظور نہیں غلبہء ظلمت، لیکن
تجھ کو منظور ہے یہ ہاتھ قلم ہو جائیں
اور مشرق کی کمیں گہ میں دھڑکتا ہوا دن
رات کی آہنی میت کے تلے دب جائے!

مرے ہمدم، مرے دوست

گر مجھے اس کا یقیں ہو مرے ہمدم، مرے دوست
گر مجھے اس کا یقیں ہو کہ ترے دل کی تھکن
تیری آنکھوں کی اداسی، ترے سینے کی جلن
میری دلجوئی، مرے پیار سے مٹ جائے گی
گرمرا حرفِ تسلی وہ دوا ہو جس سے
جی اٹھے پھر ترا اُجڑا ہوا بے نور دماغ
تیری پیشانی سے دھل جائیں یہ تذلیل کے داغ
تیری بیمار جوانی کو شفا ہو جائے

گر مجھے اس کا یقیں ہو مرے ہمدم، مرے دوست!

روز و شب، شام و سحر میں تجھےبہلاتا رہوں

میں تجھے گیت سناتا رہوں ہلکے، شیریں،
آبشاروں کے، بہاروں کے ، چمن زاروں کے گیت
آمدِ صبح کے، مہتاب کے، سیاروں کے گیت
تجھ سے میں حسن و محبت کی حکایات کہوں
کیسے مغرور حسیناؤں کے برفاب سے جسم
گرم ہاتھوں کی حرارت سے پگھل جاتے ہیں
کیسے اک چہرے کے ٹھہرے ہوئے مانوس نقوش
دیکھتے دیکھتے یک لخت بدل جاتے ہیں
کس طرح عارضِ محبوب کا شفاف بلور
یک بیک بادہء احمر سے دہک جاتا ہے
کیسے گلچیں کے لیے جھکتی ہے خود شاخِ گلاب
کس طرح رات کا ایوان مہک جاتا ہے
یونہی گاتا رہوں، گاتا رہوں تیری خاطر
گیت بنتا رہوں، بیٹھا رہوں تیری خاطر
یہ مرے گیت ترے دکھ کا مداوا ہی نہیں
نغمہ جراح نہیں، مونس و غم خوار سہی

گیت نشتر تو نہیں، مرہمِ آزار سہی
تیرے آزار کا چارہ نہیں، نشتر کے سوا
اور یہ سفاک مسیحا مرے قبضے میں نہیں
اس جہاں کے کسی ذی روح کے قبضے میں
نہیں
ہاں مگر تیرے سوا، تیرے سوا، تیرے سوا

صبح آزادی
اگست 47ء

یہ داغ داغ اُجالا، یہ شب گزیدہ سحر
وہ انتظار تھا جس کا، یہ وہ سحر تو نہیں
یہ وہ سحر تو نہیں جس کی آرزو لے کر
چلے تھے یار کہ مل جائے گی کہیں نہ کہیں
فلک کے دشت میں تاروں کی آخری منزل
کہیں تو ہوگا شبِ سست موج کا ساحل
کہیں تو جاکے رکے گا سفینۂ غمِ دل

جواں لہو کی پراسرار شاہراہوں سے
چلے جو یار تو دامن پہ کتنے ہاتھ پڑے
دیارِ حسن کی بے صبر خواب گاہوں سے
پکارتی رہیں، باہیں، بدن بلاتے ہیں
بہت عزیز تھی لیکن رخِ سحر کی لگن
بہت قریں تھا حسینانِ نور کا دامن
سبک سبک تھی تمنا، دبی دبی تھی تھکن

سنا ہے ہو بھی چکا ہے فراقِ ظلمت و نور
سنا ہے ہو بھی چکا ہے وصالِ منزل و گام
بدل چکا ہے بہت اہلِ درد کا دستور
نشاطِ وصل حلال و عذابِ ہجر حرام
جگر کی آگ، نظر کی امنگ، دل کی جلن
کسی پہ چارہء ہجراں کا کچھ اثر ہی نہیں
کہاں سے آئی نگارِ صبا، کدھر کو گئی
ابھی چراغِ سرِ رہ کو کچھ خبر ہی نہیں
ابھی گرانیء شب میں کمی نہیں آئی
نجاتِ دیدہ و دل کی گھڑی نہیں آئی
چلے چلو کہ وہ منزل ابھی نہیں آئی

لوح و قلم

ہم پرورشِ لوح و قلم کرتے رہیں گے
جو دل پہ گزرتی ہے رقم کرتے رہیں گے

اسبابِ غمِ عشق بہم کرتے رہیں گے
ویرانئ دوراں پہ کرم کرتے رہیں گے

ہاں تلخئ ایام ابھی اور بڑھے گی
ہاں اہلِ ستم، مشقِ ستم کرتے رہیں گے

منظور یہ تلخی، یہ ستم ہم کو گوارا
دم ہے تو مداوائے الم کرتے رہیں گے

مے خانہ سلامت ہے، تو ہم سرخئ مے سے
تزئینِ درو بامِ حرم کرتے رہیں گے

باقی ہے لہو دل میں تو ہر اشک سے پیدا

رنگِ لب و رخسارِ صنم کرتے رہیں گے

اک طرزِ تغافل ہے سو وہ ان کو مبارک
اک عرضِ تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے

نہ پوچھ جب سے ترا انتظار کتنا ہے
کہ جن دنوں سے مجھے تیرا انتظار نہیں
ترا ہی عکس ہے اُن اجنبی بہاروں میں
جو تیرے لب، ترے بازو، ترا کنار نہیں

صبا کے ہاتھ میں نرمی ہے ان کے ہاتھوں کی
ٹھہر ٹھہر کے یہ ہوتا ہے آج دل کو گماں
وہ ہاتھ ڈھونڈ رہے ہیں بساطِ محفل میں
کہ دل کے داغ کہاں ہیں نشستِ درد کہاں

شورشِ بربط و نَے

پہلی آواز

اب سعِی کا امکاں اور نہیں پرواز کا مضموں
ہو بھی چکا
تاروں پہ کمندیں پھینک چکے، مہتاب پہ شب
خوں ہو بھی چکا
اب اور کسی فردا کے لیے ان آنکھوں سے
کیا پیماں کیجے
کس خواب کے جھوٹے افسوں سے تسکینِ
دل ناداں کیجے
شیرینیء لب، خوشبوئے دہن، اب شوق کا
عنواں کوئی نہیں
شادابیء دل، تفریحِ نظر، اب زیست کا درماں
کوئی نہیں
جینے کے فسانے رہنے دو، اب ان میں الجھ
کر کیا لیں گے
اک موت کا دھندا باقی ہے، جب چاہیں گے
نپٹالیں گے

یہ تیرا کفن، وہ میرا کفن، یہ میری لحد، وہ تیری ہے

دوسری آواز

ہستی کی متاعِ بے پایاں ، جاگیر تری ہے نہ میری ہے
اس بزم میں اپنی مشعلِ دل، بسمل ہے تو کیا، رخشاں ہے تو کیا
یہ بزم چراغاں رہتی ہے، اک طاق اگر ویراں ہے تو کیا
افسردہ ہیں گر ایام ترے، بدلا نہیں مسلکِ شام و سحر
ٹھہرے نہیں موسمِ گل کے قدم ، قائم ہے جمالِ شمس و قمر
آباد ہے وادیء کاکل و لب، شاداب و حسیں گلگشتِ نظر
مقسوم ہے لذتِ دردِ جگر، موجود ہے نعمتِ دیدہء تر
اس دیدہء تر کا شکر کرو، اس ذوقِ نظر کا

شکر کرو
اس شام و سحر کا شکر کرو، اس شمس و
قمر کا شکر کرو
پہلی آواز
گر ہے یہی مسلکِ شمس و قمر ان شمس و
قمر کا کیا ہوگا
رعنائیِ شب کا کیا ہوگا، اندازِ سحر کا کیا
ہوگا
جب خونِ جگر برفاب بنا، جب آنکھیں آہن
پوش ہوئیں
اس دیدہء تر کا کیا ہوگا، اس ذوقِ نظر کا کیا
ہوگا
جب شعر کے خیمے راکھ ہوئے، نغموں کی
طنابیں ٹوٹ گئیں
یہ ساز کہاں سر پھوڑیں گے، اس کلکِ گہر
کا کیا ہوگا
جب کنجِ قفس مسکن ٹھہرا، اور جیب و
گریباں طوق و رسن
آئے کہ نہ آئے موسمِ گل، اس دردِ جگر کا
کیا ہوگا

دوسری آواز

یہ ہاتھ سلامت ہیں جب تک، اس خوں میں
حرارت ہے جب تک
اس دل میں صداقت ہے جب تک، اس نطق
میں طاقت ہے جب تک
ان طوق و سلاسل کو ہم تم، سکھلائیں گے
شورشِ بربط و نَے
وہ شورش جس کے آگے زبوں ہنگامۂ طبلِ
قیصر و کَے
آزاد ہیں اپنے فکر و عمل بھرپور خزینہ ہمت
کا
اک عمر ہے اپنی ہر ساعت، امروز ہے اپنا
ہر فردا
یہ شام و سحر یہ شمس و قمر، یہ اختر و
کوکب اپنے ہیں
یہ لوح و قلم، یہ طبل و علم، یہ مال و حشم
سب اپنے ہیں

دامنِ یوسف

جاں بیچنے کو آئے تو بے دام بیچ دی
اے اہلِ مصر، وضعِ تکلف تو دیکھیے
انصاف ہے کہ حُکمِ عقوبت سے پیشتر
اک بار سوئے دامن یوسف تو دیکھیے!

پھر حشر کے ساماں ہوئے ایوانِ ہوس میں
بیٹھے ہیں ذوی العدل گنہگار کھڑے ہیں
ہاں جرمِ وفا دیکھیے کس کس پہ ہے ثابت
وہ سارے خطا کار سرِ دار کھڑے ہیں

طوق و دار کا موسم

روش روش ہے وہی انتظار کا موسم
نہیں ہے کوئی بھی موسم، بہار کا موسم

گراں ہے دل پہ غمِ روزگار کا موسم
ہے آزمائشِ حسنِ نگار کا موسم
خوشا نظارۂ رخسارِ یار کی ساعت
خوشا قرارِ دلِ بے قرار کا موسم

حدیثِ بادہ و ساقی نہیں تو کس مصرف
خرامِ ابرِ سرِ کوہسار کا موسم

نصیبِ صحبتِ یاراں نہیں تو کیا کیجے
یہ رقص سایہء سرو و چنار کا موسم

یہ دل کے داغ تو دکھتے تھی یوں بھی پر کم
کم
کچھ اب کے اور ہے ہجرانِ یار کا موسم

یہی جنوں کا، یہی طوق و دار کا موسم
یہی ہے جبر، یہی اختیار کا موسم
قفس ہے بس میں تمہارے، تمہارے بس میں نہیں
چمن میں آتشِ گل کے نکھار کا موسم

صبا کی مست خرامی تہِ کمند نہیں
اسیرِ دام نہیں ہے بہار کا موسم
بلا سے ہم نے نہ دیکھا تو اور دیکھیں گے
فروغِ گلشن و صوتِ ہزار کا موسم

ترا جمال نگاہوں میں لے کے اُٹھا ہوں
نکھر گئی ہے فضا تیرے پیرہن کی سی
نیسم تیرے شبستاں سے ہو کے آئی ہے
مری سحر میں مہک ہے ترے بدن کی سی

سرِ مقتل

(قوالی)

کہاں ہے منزلِ راہِ تمنا ہم بھی دیکھیں گے
یہ شب ہم پر بھی گزرے گی، یہ فردا ہم بھی دیکھیں گے
ٹھہر اے دل، جمالِ روئے زیبا ہم بھی دیکھیں گے

ذرا صیقل تو ہولے تشنگی بادہ گساروں کی
دبا رکھیں گے کب تک جوشِ صہبا ہم بھی دیکھیں گے
اٹھا رکھیں گے کب تک جام و مینا ہم بھی دیکھیں گے

صلا آتو چکے محفل میں اُس کوئے ملامت سے

کسے روکے گا شورِ پندِ بے جا ہم بھی
دیکھیں گے
کسے ہے جاکے لوٹ آنے کا یارا ہم بھی
دیکھیں گے

چلے ہیں جان و ایماں آزمانےآج دل والے
وہ لائیں لشکرِ اغیار و اعدا ہم بھی دیکھیں
گے
وہ آئیں تو سرِ مقتل،تماشا ہم بھی دیکھیں گے

یہ شب کی آخری ساعت گراں کیسی بھی ہو
ہمدم
جو اس ساعت میں پنہاں ہے اجالا ہم بھی
دیکھیں گے
جو فرقِ صبح پر چمکے گا تارا ہم بھی
دیکھیں گے

غزل

تم آئے ہو، نہ شبِ انتظار گزری ہے
تلاش میں ہے سحر، بار بار گزری ہے

جنوں میں جتنی بھی گزری، بکار گزری ہے
اگرچہ دل پہ خرابی ہزار گزری ہے
ہوئی ہے حضرتِ ناصح سے گفتگو جس شب
وہ شب ضرور سرِ کوئے یار گزری ہے
وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہ تھا
وہ بات اُن کو بہت ناگوار گزری ہے
نہ گل کھلے ہیں، نہ اُن سے ملے، نہ مے پی ہے
عجیب رنگ میں اب کے بہار گزری ہے
چمن میں غارتِ گلچیں سے جانے کیا گزری
قفس سے آج صبا بے قرار گزری ہے

غزل

تمہاری یاد کے جب زخم بھرنے لگتے ہیں
کسی بہانے تمہیں یاد کرنے لگتے ہیں

حدیثِ یار کے عنواں نکھرنے لگتے ہیں
تو ہر حریم میں گیسو سنورنے لگتے ہیں

ہر اجنبی ہمیں محرم دکھائی دیتا ہے
جو اب بھی تیری گلی سے گزرنے لگتے ہیں

صبا سے کرتے ہیں غربت نصیب ذکرِ وطن
تو چشمِ صبح میں آنسو اُبھرنے لگتے ہیں

وہ جب بھی کرتے ہیں اس نطق و لب کی
بخیہ گری
فضا میں اور بھی نغمے بکھرنے لگتے ہیں

درِ قفس پہ اندھیرے کی مہر لگتی ہے

تو فیض دل میں ستارے اترنے لگتے ہیں

ہمارے دم سے ہے کوئے جنوں میں اب بھی خجل
عبائے شیخ و قبائے امیر و تاج شہی
ہمیں سے سنتِ منصور و قیس زندہ ہے
ہمیں سے باقی ہے گل دامنی و کجکلہی

غزل

شفق کی راکھ میں جل بجھ گیا ستارہء شام
شبِ فراق کے گیسو فضا میں لہرائے
کوئی پکارو کہ اک عمر ہونے آئی ہے
فلک کو قافلہء روز و شام ٹھہرائے

یہ ضد ہے یادِ حریفانِ بادہ پیما کی
کہ شب کو چاند نہ نکلے، نہ دن کو ابر آئے

صبا نے پھر درِ زنداں پہ آکے دی دستک
سحر قریب ہے، دل سے کہو نہ گھبرائے

تمہارے حسن کے نام

سلام لکھتا ہے شاعر تمہارے حسن کے نام
بکھر گیا جو کبھی رنگِ پیرہن سرِ بام
نکھر گئی ہے کبھی صبح، دوپہر ، کبھی شام
کہیں جو قامت زیبا پہ سج گئی ہے قبا
چمن میں سرو و صنوبر سنور گئے ہیں تمام
بنی بساطِ غزل جب ڈبو لیے دل نے
تمہارے سایہء رخسار و لب میں ساغر و جام
سلام لکھتا ہے شاعر تمہارے حسن کے نام
تمہارے ہاتھ پہ ہے تابشِ حنا جب تک
جہاں میں باقی ہے دلداریء عروسِ سخن
تمہارا حسن جواں ہے تو مہرباں ہے فلک
تمہارا دم ہے تو دمساز ہے ہوائے وطن
اگر چہ تنگ ہیں اوقات ، سخت ہیں آلام
تمہاری یاد سے شریں ہے تلخیء ایام
سلام لکھتا ہے شاعر تمہارے حسن کے نام

ترانہ

دربارِ وطن میں جب اک دن سب جانے والے
جائیں گے
کچھ اپنی سزا کو پہنچیں گے ، کچھ اپنی جزا
لے جائیں گے

اے خاک نشینو اٹھ بیٹھو، وہ وقت قریب آ
پہنچا ہے
جب تخت گرائے جائیں گے، جب تاج
اچھالے جائیں گے

اب ٹوٹ گریں گی زنجیریں اب زندانوں کی
خیر نہیں
جو دریا جھوم کے اُٹھے ہیں، تنکوں سے نہ
ٹالے جائیں گے

کٹتے بھی چلو، بڑھتے بھی چلو، بازو بھی
بہت ہیں، سر بھی بہت

چلتے بھی چلو، کہ اب ڈیرے منزل ہی پہ
ڈالے جائیں گے

اے ظلم کے ماتو لب کھولو، چپ رہنے والو
چپ کب تک
کچھ حشر تو ان سے اُٹھے گا۔ کچھ دور تو
نالے جائیں گے

غزل

عجزِ اہل ستم کی بات کرو
عشق کے دم قدم کی بات کرو

بزمِ اہل طرب کو شرماو
بزمِ اصحابِ غم کی بات کرو

بزمِ ثروت کے خوش نشینوں سے
عظمتِ چشمِ نم کی بات کرو

ہے وہی بات یوں بھی اور یوں بھی
تم ستم یا کرم کی بات کرو

خیر، ہیں اہلِ دیر جیسے ہیں
آپ اہل حرم کی بات کرو

ہجر کی شب تو کٹ ہی جائے گی

روزِ وصلِ صنم کی بات کرو

جان جائیں گے جاننے والے
فیض، فرہاد و جم کی بات کرو

----

https://www.urduweb.org/mehfil/threads/%D8%AF%D8%B3%D8%AA%D9%90-%D8%B5%D8%A8%D8%A7-%D9%81%DB%8C%D8%B6-%D8%A7%D8%AD%D9%85%D8%AF-%D9%81%DB%8C%D8%B6.2052/

Muhammad Umar Chand